# میں خان تو انصاری

اسلام میں مساوات، ذات پات اور برادریاں،
خان، انصاری، شیخ، صدیقی، عراقی وغیرہ کی اصل،
پیشوں اور نسب کے لحاظ سے مختلف نام،
کفو اور غیر کفو میں نکاح پر بحث،
جذامی اور دھوبی کے ساتھ میل جول،
بھید بھاؤ کا نظریہ اور بھی بہت کچھ...

BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

PUBLISHED BY
SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

# میں خان تو انصاری

اسلام میں مساوات، ذات پات اور برادریاں،
خان، انصاری، شیخ، صدیقی، عراقی وغیرہ کی اصل،
پیشوں اور نسب کے لحاظ سے مختلف نام،
کفو اور غیر کفو میں نکاح پر بحث،
جذامی اور دھوبی کے ساتھ میل جول،
بھید بھاؤ کا نظریہ اور بھی بہت کچھ...

BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

PUBLISHED BY
SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

# میں خان تو انصاری

از قلم: محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی المعروف عبد مصطفی

معاونین : حافظ عطاء الرحمن صاحب، جناب ریاض قادری، جناب دلبر راہی اصدقی، محمد تذکیر عطاری، محمد شعیب اور چند خواتین حضرات

پبلشنگ: صابیا ورچوئل پبلی کیشن

ٹیم عبد مصطفی آفیشل کے تمام احباب کا شکریہ

خصوصی شکریہ
حافظ محمد ثمیر الدین مصباحی
(نظر ثانی کے لیے)

# Contents


علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ تعالی کی قلم سے 6

اہل عرب بھی اپنے نسب و خاندان پر فخر کرتے تھے 6

"اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا 7

فتاوی اجملیہ میں تفصیلی بحث 16

(1)حجام: 16

(2)نائی: 16

(3)خلیفہ: 16

(4)حلاق: 16

(5)صدیقی: 16

(6)ابراہیمی: 17

(7)لقمانی: 17

(8)سلمانی: 17

لقمانی: 18

مقدمہ اولی: ہندستان کے مسلمانوں میں قومیت کا لحاظ دو امور سے ہے: 19

(1)نسب 19

(2)پیشہ 19

(1)سید، مغل، پٹھان اور شیخ 19
دوسرے شیخ ہیں غیر قریشی جو شیخ انصاری کہلاتے ہیں 19
مقدمۂ ثانیہ: 20
مقدمۂ ثالثہ: 21
کسب، پیشہ، خدمت یہ سب مترادف الفاظ ہیں 21
مقدمۂ رابعہ: 23
عرفی اعتبار سے 23
شرح شفا شریف میں ہے کہ: 23
مقدمۂ خامسہ: 25
شفا شریف میں ہے: 26
حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں 26
مقدمۂ سادسہ: 27
عزت و شرافت کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں 27
قاضی خان میں ہے: 28
شامی میں ہے: 28
جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی 29
وقار ملت، علامہ مفتی وقار الدین قادری رحمہ اللہ کی قلم سے 32

مسئلۂ کفو 36
کفو لفظی معنوں میں برابری کے لیے آتا ہے 36
کفو کی تحقیق: 36
قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت: 40
احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت 45
آثارِ صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت 51
سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار 51
اعتبار کفو میں احادیث و آثار 55
احادیث کفو کی فنی حیثیت 57
کفو میں ائمۂ اربعہ کی آرا 58
حنابلہ 58
مالکیہ 58
امام شافعی 58
مسئلۂ کفو اور فقہ حنفی 59
عوام میں موجود غلو کی مثالیں اور ان کی اصلاح کے حوالے سے چند مزید حوالہ جات: 61
کیا انصاری کے پیچھے نماز ہو گی؟ 61
حقارت کے لیے جولاہا کہنا 62

جذامی کے ساتھ "بھید بھاؤ" 63
دھوبی کے یہاں کھانا پینا 64
سیدہ کا نکاح غیر سید سے 68
حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم کے نکاح کے متعلق دیگر اکابر اسلام کی تصریحات: 71
حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں: 71
اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا نے بھی اس نکاح کو بیان کیا ہے۔ 71
سیدہ کے غیر سید سے نکاح پر چند مزید حوالے 71

## علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ تعالی کی قلم سے

یہ آج کی بات نہیں کہ لوگ اپنے نسب اور خاندان پر فخر کرتے ہیں بلکہ یہ پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے۔

**اہل عرب بھی اپنے نسب وخاندان پر فخر کرتے تھے** تو اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری کہ یہ نسب فخر کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ **قابلِ فخر تو تقوی اور پرہیز گاری ہے۔**

حسب نسب کی تفصیل میں علماے اہل سنت نے بہت کچھ لکھا ہے، ہم نے جو پڑھا اسے آسان الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس مسئلے کو اچھے سے سمجھ سکیں۔

بحر العلوم، حضرت **علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا:**

کیا فرماتے ہیں علماے اہل سنت اس مسئلے کے بارے میں کہ کچھ لوگ اسلام میں برابری کے موضوع کو لے کر گفتگو کر رہے تھے کہ قرآن میں متقی اور پرہیز گار کو ہی افضل قرار دیا گیا ہے تو پھر یہ اسلام میں حسب و نسب کی برتری کہاں سے داخل ہو گئی جب کہ رنگ و نسل اور حسب و نسب، ہر قسم کی چھوا چھوت، اونچ نیچ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ختم کر دیا تھا پھر ان لوگوں میں سے زید نے کہا کہ علما نے سیدوں کو بڑھا دیا ہے تو بکر نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہ کو سیدۃ النساء اور حسنین کریمین کو سید کہا ہے تو زید نے کہا کہ قرآن سید کے بارے میں کچھ نہیں کہتا تو سید کہنا ماننا کفر ہے!

(یعنی سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کو لے کر لوگ کس طرح شبہات کے شکار ہیں اور لاعلمی میں کیا کیا کَہ جاتے ہیں، لہٰذا سائل کہتا ہے کہ) اس مسئلے کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے مدلل تحریر فرمائیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ بیشک قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے"

اور پوری آیت یوں ہے:

**"اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا** اور مختلف قوم اور قبیلے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو

(اور) اللہ کے نزدیک بزرگ تو وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"

اس آیت کی تفسیر میں جلالین، صاوی، جمل، مدارک، کشاف، روح المعانی، تفسیروں میں لکھا ہے کہ اہل عرب اپنے نسب و خاندان پر فخر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ نسب فخر کرنے کی چیز نہیں ہے، قابلِ فخر تو تقوی اور پرہیز گاری ہے (اگرچہ اس پر بھی اترانا منع ہے)۔

قوم اور قبیلے میں ہم نے تم کو بانٹا ہے فخر کے لیے نہیں بلکہ امتیاز و تفرق کے لیے (تاکہ پہچانے جاؤ)۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو عرب میں سیکڑوں قبیلے، خاندان اور قومیں تھیں، کسی کا نام مضر تھا، کسی کا ربیعہ، کسی کا اوس، کسی کا خزرج، کوئی عبد القیس اور کوئی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام اسما (نام) ان قوموں کے آسمان سے نہیں اترے تھے اور نہ اللہ پاک نے وحی بھیج کر ان کا یہ نام رکھا تھا، سارے نام ان لوگوں کی اپنی مرضی سے رکھے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب نام میری مرضی اور میرے حکم سے ہیں اور قرآن عظیم تو قیامت تک کے لیے ہے تو آئندہ بھی جو قومیں اپنا کوئی نام رکھیں گی یا رکھ چکی ہیں جیسے مغل، پٹھان، شیخ صدیقی، انصاری، رائن، منصوری سب اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اسی کے حکم سے ہے بشرطیکہ کوئی ایسا نام نہ ہو جس کی صریح ممانعت آئی ہو۔
(یعنی جس سے صاف صاف منع کیا گیا ہو)

(جو حد سے بڑھتے ہوئے یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ **ہم سید وغیرہ کچھ نہیں مانتے** تو اس کے متعلق آپ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ) یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ دنیا کی تمام قوموں نے اپنی مرضی سے جو چاہا اپنا نام رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے برقرار رکھا تو کیا امام حسن اور امام حسین کی اولاد کو یہ حق نہیں کہ اپنے آپ کو سید کہیں یا کہلوائیں؟

**(اگر بالکل انکار کر دیا جائے قوم اور قبیلے کا تو یہ قرآن کا انکار ہو گا)**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے تم میں مختلف قوم اور قبیلے بنائے"

اس فرمان "اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی ہی بزرگ ہے" کا اقرار کر کے دوسرے حصے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے یہودیو! کتاب اللہ کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔
(البقرہ:85)

**(یعنی کلی طور پر قوم و قبیلے کی تقسیم کا انکار نہیں کیا جا سکتا)**

(جو اس میں حد سے بڑھ کر یہ تک کہ جاتے ہیں کہ سید وغیرہ ماننا کفر ہے تو) اس پر ایک دوسرے پہلو سے غور کیجیے کہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں سید نہیں تو سید کو نہیں مانا جائے گا تو معلوم نہیں ہے انھوں نے کیا مراد لیا ہے،
کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پورے قرآن میں سید کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے تو یہ غلط ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تذکرے میں انھیں سید کہا گیا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ امام حسن اور حسین کی اولاد کو قرآن میں سید نہیں کہا گیا تو صحیح ہے لیکن اس بنیاد پر سید ماننے اور کہنے سے انکار نری جہالت اور لاعلمی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہاشمی اور مطلبی بھی کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن میں آپ کو ہاشمی اور مطلبی نہیں کہا گیا تو کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاشمی ہونے کا بھی انکار کریں گے اور آپ کو مطلبی کہنے کو کفر کہیں گے؟
ایک بات اور قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامین کریمین کے لیے فرمایا:

## سیدا شباب اھل الجنة
(البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، ج8، ص179)

امام حسن کے لیے فرمایا؛

## ان ابنی ھذا سید
(مشکوٰۃ، کتاب الفضائل، فصل اول)

عربی سادات کرام کی جڑ بنیاد انھی دونوں بزرگوں سے ہے سوال یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ سادات میں داخل ہیں یا خارج اگر داخل ہیں تو بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سید کہ کر کیا ہوئے اور اگر خارج ہے تو سادات کی ابتدا کہاں سے ہے کیا اب ان کو سید کہنے کے لیے رسول اللہ کی حدیث کافی نہیں؟

ہم نے شروع میں کہا اور اب بھی کہتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالی نے پرہیز گاری کو ہی بزرگی قرار دیا ہے تو وہ حق ہے اور حضور نے فرمایا:

## لا فضل لعربی علی عجمی... الخ
(مسند احمد بن حنبل، ج5، ص411)

"عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں"

یہ صحیح ہے، بے شک آیات واحادیث میں فرمایا گیا کہ **نسب خاندان پر فخر کرنا ناجائز و ممنوع ہے**، فضیلت کا مدار تقویٰ اور عمل پر ہے۔ جو آدمی بھی قومیت اور نسب پر جھوٹا فخر کرے گا مجرم اور گناہ گار ہو گا سید ہو یا غیر سید۔

لیکن دوسری طرف یہ آیت بھی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ
(الشوری:23)

تفسیر کی جن کتابوں کا ذکر آیا ہے ان سب میں آیت کا یہ مطلب بیان کیا گیا کہ اے پیغمبر آپ مسلمانوں سے یہ کہہ دیں کہ ہمیں تبلیغ کا معاوضہ نہیں چاہیے، تم ہماری آل اور ہماری عطرت سے محبت کرو اور محبت کی تین قسمیں ہیں، شہوت کی وجہ سے محبت جیسے میاں بیوی کی، تعظیم کی وجہ سے جیسے باپ سے محبت اور ظاہر ہے کہ اہل بیت کی محبت تعظیم کی وجہ سے ہے تو قرآن کریم سادات کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔

کثیر التعداد (تعداد میں بہت) حدیثیں ہیں جن میں رسول اللہ کے اہل قرابت سے محبت و تعظیم کا حکم ہے، تفصیل کے لیے اعلی حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "ارادۃ الادب لفاضل النسب" دیکھی جائے۔

پس یک طرفہ آیت و احادیث دیکھنا اور قرآن و حدیث میں جو ان کی تعظیم و تکریم کا حکم آیا ہے ان سے آنکھیں بند کر لینا کہاں کا انصاف ہے اور اگر غور کیا جائے تو صاف پتا چل جائے گا کہ جس آیت اور حدیث کا پہلے ذکر ہوا ان میں آبا (باپ دادا) پر فخر کی ممانعت کا حکم ہے تو اس کے مکلف وہی لوگ ہوں گے جن کو عرف عام میں نسبی برتری حاصل ہو وہی فخر بالآبا کے مرتکب ہو سکیں گے بھلا وہ لوگ فخر کیسے کریں جن کے نسب ایسے ہو ہی نہیں پس معلوم ہوا کہ اس آیت کے مکلف صاحبانِ انساب (نسب والے حضرات) ہیں اور دوسری آیت و احادیث میں سب لوگوں کو سادات کی تعظیم کرنا چاہیے تو ان دونوں

آیتوں میں تعارض نہیں، سادات اور صاحبانِ نسب کی ڈیوٹی فخر سے پرہیز اور سادات کرام کے ساتھ حسنِ سلوک اور احترام کا بقیہ لوگوں کو حکم۔

جب تک دونوں اپنے وظیفے پر عمل کریں صحیح اسلامی صورتِ حال ہے۔

لیکن فرض کیجیے کسی سید نے اعلان کے ساتھ اپنے آبا پر فخر کرنے کی حرکت کی تو وہ فاسق معلن ہو گیا، امامت میں اب اس کا ترجیحی حق ختم ہو گیا بلکہ اب غیر سید جو فاسق نہیں ہے اس کے (یعنی سید صاحب کے) مقابلے میں امامت کا اہل زیادہ ہو گا اور آخرت میں اس کا درجہ بھی بلند ہو گا۔

اب اگر کوئی چاہے کہ ان سید صاحب کی سزا سب سیدوں کو دی جائے جو آبا پر فخر نہیں کرتے اور سب سے امامت کے حقوق چھین لیے جائیں، یہ شریعت کو پسند نہیں۔

امامت کی ایک مثال میں نے پیش کی (اسی طرح) قاضی بنانا یا معاشرتی برتاؤ جیسے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا یا ابتدا کرنا سلام میں سارے مسائل کا یہی حکم ہو گا، اسی طرح آخرت میں فضائل درجات کا حال ہو گا،

اور فرض کیجیے کہ سید اور غیر سید تمام تر مذہبی ترجیحات میں برابر ہیں تو یہاں سید کو ضرور ترجیح حقوق حاصل ہونا چاہیے کہ قرآن میں ہے:

## الا المودۃ فی القربی

اب جو آیت ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک پرہیز گاری اور تقویٰ ہی بُزُرگی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سید کی کوئی فضیلت ہی نہیں یا یہ جو فرمایا گیا کہ میری آل سے محبت کرو تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ سید کیسا ہی بد کردار ہو محض سید ہونے کے ناطے غیر سید علما، صلحا کے تمام حقوق پر بالا ہو گا۔

سوال میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا تھا جس نے کہا کہ علمانے بعد میں سیدوں کو بڑھا دیا ہے یعنی ان کا مرتبہ بڑھا کر بیان کیا ورنہ اسلام میں سب برابر ہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ سوال میں ایک بات اور بھی نہایت تکلیف دہ کہی گئی ہے کہ بعد کے علمانے سیدوں کو بڑھا دیا، حدیث شریف میں ہے کہ:

اذکر کم اللہ فی اھل بیتی
(سنن ابن ماجہ، باب فضائل الصحابہ، 36)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ جس نے قرآن اتارا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن سے فضائل اہل بیت میں کثیر حدیثیں مروی ہیں، کیا بعد کے علما میں شمار ہوں گے؟

بخاری شریف میں ہے:
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لقرابۃ رسول اللہ احب الی ان اصل من قرابتی
(کتاب فضائل الصحابہ)

میرے نزدیک (اپنے) قرابت داروں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت دار صلہ رحمی کے مستحق ہیں۔

حدیث کی کتابوں میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت کا وظیفہ دوسروں سے زیادہ مقرر کیا۔

کیا یہ دونوں حضرات بعد کے علما میں سے ہیں؟

حق یہ ہے کہ **سیدوں کو جو کچھ عزت ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہے**، علما کو کیا اختیار ہے کہ اپنے پاس سے کچھ دیں۔

(مزید لکھتے ہیں کہ) اونچ نیچ کا مطلب اگر یہ ہے کہ جس طرح **ہندو دھرم میں تھا کہ برہمن کوئی گناہ کرے تو ہلکی سزا اور شودر وہی گناہ کرے تو سخت سزا، اسلام میں اس قسم کی کوئی تفریق نہیں**، حدیث شریف تو سب جانتے ہیں:

ان فاطمة بنت محمد لو سرقت لقطعة یدھا

(صحیح البخاری، 1003/2)

دوسرے مذاہب میں جس طرح اونچ نیچ ذاتوں کے عبادت کھانے بنے ہیں کہ تم لوگ اونچے لوگوں کے عبادت کھانوں میں جا نہیں سکتے اور تم لوگ مذہب کی مقدس کتاب پڑھ نہیں سکتے، اسلام میں ایسی کوئی تفریق نہیں ہے کہ ذات کی بنیاد میں کسی مسجد میں جانے یا قرآن و حدیث کی تعلیم و تعلم اور علما کے درجے پر فائز ہونے سے روکا جائے۔

اسی طرح معاشرتی معاملات میں جو چیزیں چھوت چھات کے نام سے مروج ہیں کہ کوئی کسی کا جھوٹا نہیں کھا سکتا، کوئی کسی کے کھانے کا برتن نہیں چھو سکتا، اس نابرابری کا بھی اسلام میں کوئی مقام نہیں بلکہ یہ سارے معاملاتِ اسلامی عام طور سے اسی طرح رائج ہیں جیسا شریعت نے حکم دیا ہے۔

استثنا کا ذکر نہیں کیا جا سکتا مگر ہمارے خیال میں اس کے عوامل بھی نسبی اونچ نیچ کے غلط اثرات ہیں۔

آج ایک بنیا اور ساہوکار چاہے کسی بھی برادری کا ہو جب اپنی کار پر آتا ہے تو بڑے بڑے نام و نسب والے کھڑے ہو کر آداب بجالاتے ہیں اور کرسی خالی کر دیتے ہیں اس لیے علاج یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے میں کیڑے نہ ڈالے جائیں، جو لوگ کسی طرح احساس کمتری کے شکار ہیں وہ علمی، اخلاقی اور تہذیبی حیثیت سے اپنے اندر کمال پیدا کریں پھر انھیں کسی ترجیح و سلوک کی شکایت نہ ہو گی۔

(فتاوی بحر العلوم، ج6، ص385 تا390، ملخصا وملتقطا)

## فتاوی اجملیہ میں تفصیلی بحث

حضرت علامہ مفتی شاہ اجمل قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے برادری کے متعلق یہ سوالات کیے گئے کہ ہندستان میں ہماری برادری یعنی وہ لوگ جو حلاقی کرتے ہیں یہ کہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف مقام پر مختلف ناموں سے مشہور ہیں، **حجام، نائی، خلیفہ، صدیقی، ابراہیمی، لقمانی اور سلمانی وغیرہ۔**

(1) **حجام:** اس پیشے کے کرنے والے کو عام طور پر کہا جاتا ہے لیکن در حقیقت حجام پچھنا لگانے والے کو کہتے ہیں، اس لیے یہ لوگ اس کے خلاف ہیں۔

(2) **نائی:** یہ پیام موت سنانے والے کو کہتے ہیں، "نے" بجانے والے کو کہتے ہیں، یہ سب اس نام کے خلاف ہیں۔

(3) **خلیفہ:** بعض کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ فرمایا۔

"انی جاعل فی الارض خلیفہ" فرمایا ہے اور سب سے پہلے حلاقی حضرت آدم علیہ السلام پر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرما کر جنت میں داخل کیا، اس لیے ہم کو یہ نسبت خلیفہ کی ہے۔

(4) **حلاق:** در اصل اس پیشے کو کرنے والے کی نسبت لفظ حلاق ہی آیا ہے مگر ہندستان میں جن کے آبا و اجداد نے بھی اس پیشے کو نہیں کیا ہے اور وہ حکمت یا جراحی (زخم چیر پھاڑ کا پیشہ) یا ملازمت کرتے ہیں وہ حلاق کہنا پسند نہیں کرتے۔

(5) **صدیقی:** بعض کا خیال ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تراش کی ہے، اس لیے نسبت صدیقی ہے۔

چونکہ حلاق کرنا، لبوں کا کٹوانا، ختنہ کرنا وغیرہ یہ سنت ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت تو قرآن پاک میں ہے: "**انہ کان صدیقا نبیا**" آیا ہے اس لیے نسبت صدیقہ ہے، ہم صدیقی ہیں۔

**(6) ابراہیمی:** ان لوگوں کا خیال ہے کہ جو سنتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں وہ ہماری روزی کا ذریعہ بنا دی گئی ہیں، اس لیے ابراہیمی نسبت لیتے ہیں۔

**(7) لقمانی:** کہتے ہیں حضرت لقمان علیہ السلام حکیم تھے اور حلاق کرانا اور جراحی اور فصد اور حکمت سب انھی سے ہے، اس لیے ہم کو نسبت لقمانی ملی۔

**(8) سلمانی:** بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اپنے آپ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرکاً نسبت لیتے تھے اور ان کی فاتحہ دلاتے تھے۔

نیز "فیض الرحمن فی فضائل السلمان" میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اس پیشے کو کرنے والے کا فرض ہے کہ اصلاح و تقوی کو پکڑیں اور ان طریقوں سے واقفیت پیدا کریں جن سے اس کا یہ کام کرنا حلال اور روزی حاصل کرنے کا باعث ہو ورنہ کام کو بے قاعدہ کرنے والا گنہگار ہے۔ جو شخص اس پیشے کو باقاعدہ کرے گا وہ مفلس و محتاج نہیں رہے گا اور اس کا منھ قیامت کے دن چودھویں کے رات کے چاند کی طرح چمکے گا۔

(سائل مزید لکھتا ہے) ہمیں شجرۂ نسب ملانا ہرگز منظور نہیں، بلکہ اپنی قوم کی شناخت ہے، اللہ کے محبوب کے صحابی سے تبرکاً نسبت ہے تاکہ شناخت

میں آسانی ہو، نیز اس نام کی سنی انجمنیں قائم ہیں، با قاعدہ نام ہے اور ہر برادری سے تعلق رکھنے والوں کے، دوسری جماعتوں کے ہم پلا موضوع نام بھی ہے نیز ہم سلمانی حضرات یہ بھی ڈرتے ہیں کہ کسی دوسرے نبی سے ہم نے نسبت لی تو ہمیں ڈر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناگوار نہ ہو اور جیسا کہ حضرت فاروق اعظم جب تورات پڑھتے تھے تو حضور کے چہرۂ اقدس پر آثارِ غصہ نمایاں ہوتے تھے، اس لیے ہم لقمانی، ابراہیمی، صدیقی نسبتوں کے خلاف ہیں۔

اب جناب والا ان تمام سوالات پر غور فرمائیں اور ہمیں قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ جب شجرۂ نسب ملانا منظور نہیں ہے، کفو کی شناخت منظور ہے، قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کرنا مقصود ہے اور سلمانی نام پر منتظم ہیں جو ہم کو کسی ایسے نام پر جو ہماری شناخت میں دھوکا ڈالے جیسے کہ صدیقی جب کہ ہندستان میں کلال، رنگ ریز، رنگ ساز، چوڑی ساز، اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں نیز حضرت صدیق اکبر کی اولاد صدیقی ہے تو کیا شناخت کفو کی رہی۔

ابراہیمی معمار بھی اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہیں نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیشہ نہ تھا۔

دوسرے پارسی، عیسائی وغیرہ بھی نسبتِ ابراہیمی پر پابند ہیں، ختنہ وغیرہ کرتے ہیں نیز تراشی وغیرہ کرتے ہیں۔

**لقمانی:** ہندو مسلم جو بھی اس پیشے کو کرتے ہیں اگر نسبتِ لقمانی ہی لیتے ہیں تو اس کا اطلاق ہر طبیب، جراح پر اور بال تراشنے والے پر ہو سکتا ہے تو ہم کو کیا امتیاز رہا، ان سب وجوہات کی بنا پر ہم سلمانی کو بہتر اور مناسب سمجھتے ہیں اور اپنے

شیر ازے کو کسی دوسرے نام سے منتشر نہیں کرنا چاہتے جب کہ اسی نام سے ہم گورنمنٹ سے اپنے کئی حقوق منوا چکے ہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس طویل سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مقدمہ اولی: ہندستان کے مسلمانوں میں قومیت کا لحاظ دو امور سے ہے:

**(1) نسب**

**(2) پیشہ**

نسب کا مطلب قرابت اور نسل ہے اور نسب کے اعتبار سے چار قومیں مشہور ہیں:

**(1) سید، مغل، پٹھان اور شیخ پھر شیخ دو طرح کے ہیں، ایک قریشی جنھیں صدیقی، شیخ فاروقی، شیخ عثمانی، شیخ علوی، شیخ عباسی، شیخ جعفری کہتے ہیں۔**

**دوسرے شیخ ہیں غیر قریشی جو شیخ انصاری کہلاتے ہیں** یہ اقوام اپنا اپنا نسب ثابت کرتی ہیں اور اپنے آپ کو ان کی نسل و اولاد میں کہتی ہیں۔

پیشہ جو بمعنی کسب و ہنر کے ہے تو پیشے کے ہی لحاظ سے ہر پیشے والے کا نام مقرر کیا گیا ہے مثلاً تیل نکالنے والے کو تیلی، روغن گر، لوہے کے کام کرنے والے کو لوہار، آہنگار، حداد، روئی دھوننے والے کو دھنا، پنبہ زن، نداف، کپڑا بننے والے کو جولاہا، جامہ باف، حائک، کپڑا رنگنے والے کو رنگریز، صباغ، جانور چرانے والے کو چرواہا، شباں رائی، مٹی کے برتن بنانے والے کو کمہار، کاسہ ساز، فخار، کمان بنانے والے کو کمان گر، کمان ساز، قواس، خط بنانے والے کو حجام، مو تراش، حلاق... تو اردو، فارسی اور عربی میں پیشے کے لحاظ سے نام رکھا گیا ہے۔

بالجملہ قومیت کا اسی بنالحاظ اس قدر ضروری ہے کہ اگر کوئی بھی شخص ان میں سے کسی پیشے کی بنا پر اس کی قومیت پر کوئی اثر نہیں کہ نہ نسبی قوم اس کو اپنی قوم سے خارج کرے نہ پیشے کی قوم اس کو اپنے اندر داخل کرے۔

اس طرح پیشہ ور قوم میں سے جو شخص اپنے پیشے کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی پیشے والی قومیت نہیں بدلتی، نہ کوئی نسبی قوم اس کو اپنے اندر شامل کرے، نہ اس پیشہ والی قوم اس کو اپنے اندر اپنی قوم سے خارج کرے تو ثابت ہو گیا کہ نسبی اقوام اور پیشہ ور اقوام میں بنیادی طور پر امتیاز حاصل ہے۔

## مقدمہ ثانیہ:

نسبی اقوام کو اپنے سلسلۂ نسب پر اعتماد حاصل کرنا ضروری ہے، اب وہ اعتماد یا تو شجرۂ نسب پر ہو یا بطریقہ شہرتِ تواتر کے ہو، یا کسی مشہور خاندان سے صحیح اتصال (جڑا ہوا) ہو۔

اور بلا کسی ثبوت کے اپنے نسب خلفائے راشدین یا صحابۂ کرام یا کسی بزرگ کی طرف نسبت کر دینا ممنوع ہے۔

بخاری، مسلم، ابو داؤد وغیرہ کتب میں یہ حدیث ہے:

**من انتمی الی غیر ابیه فالجنة علیه حرام**

**یعنی جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا باپ بنالے دانستہ طور پر تو اس پر جنت حرام ہے۔**

دوسری حدیث صحاح ستہ کی یہ ہے:

**من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا**

جو دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ، فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ **بغیر تحقیق و ثبوت کے اپنے آپ کو کسی سے منسوب کرنا لعنت کا سبب ہے** اور اپنے اوپر جنت کو حرام کرنا ہے، اس کے فرض اور نفل غیر مقبول تو بلا ثبوت کے جو اپنے آپ کو سید یا مغل یا پٹھان ٹھہرائے یا قریشی یا شیخ صدیقی یا شیخ فاروقی یا شیخ عثمانی یا شیخ جعفری کہلائے یا شیخ انصاری قرار دے اور اس کے پاس ان حضرات تک اتصالِ نسب کا کوئی ثبوت نہ ہو اور وہ محض حصولِ عزت کی بنا پر اب باعزت اقوام کی طرف نسب کو منسوب کرے تو وہ اپنا حکم ان احادیث میں دیکھے اور دنیا کی ناپائدار عزت کے مقابلے میں حقیقی اخروی عزت کو نہ کھوئے۔

بلاشبہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے، نہ ان کی مخالفت میں۔

مقدمۂ ثالثہ:

**کسب، پیشہ، خدمت یہ سب مترادف الفاظ ہیں** اور کسب کے معنی جو حصولِ نفع کے لیے کام کیا جائے۔

جامع العلوم میں ہے:

**هو الفعل المفضی الی اجتلاب نفع الی اخره**

تو شرعی اعتبار سے ہر کسب و پیشہ جائز ہے جس میں کوئی قباحتِ شرعی نہ ہو، فتاوی عالمگیری میں ہے:

**و افضل اسباب کسب الجهاد ثم التجارة ثم المزارعة ثم الصناعة**

یعنی اسبابِ **کسب میں سب سے بہتر جہاد پھر تجارت پھر زراعت پھر ہنر کے کام۔**

اور جن کسب و پیشوں میں کسی طرح کی شرعی قباحت لازم آئے وہ کسب خبیث اور قابلِ عار ہے۔

رد المحتار میں ہے:

**ما خبث من المکاسب فلزم عنه العار (رد المحتار، ج5، ص481)**

یعنی جو کسب خبیث ہیں ان سے عار لازمی آتی ہے تو شرعی اعتبار سے کسب و پیشہ کے افضل و قبیح ہونے بلکہ عار اور غیر عار ہونے کا مدار اسی نظریہ پر ہے۔

اب رہا عرف تو عرف نے بعض پیشوں کو باعزت قرار دیا ہے اور بعض کو ذلیل اور قابلِ عار ٹھہرایا ہے لہٰذا بعض پیشے ایسے ہیں جو عرفی اعتبار سے ذلیل اور

قابلِ عار ہیں لیکن شرعی اعتبار سے نہ ذلیل نہ قابلِ عار اور بعض ایسے ہیں جو عرفی اعتبار سے باعزت ہیں لیکن شریعت انھیں خبیث و ذلیل اور قابلِ عار قرار دیتی ہے تو اب یہ لازم نہیں ہر وہ پیشہ جسے عرف ذلیل اور قابلِ عار قرار دے وہ شرعی اعتبار سے بھی ذلیل اور قابلِ عار ہو۔

بالجملہ عرف جن پیشوں کو ذلیل و قابلِ عار رکھتا ہے تو اس پیشے کی ذلت کی بنا پر ان پیشوں کو کرنے والوں کو بھی ذلیل قرار دیتے ہیں تو اس ذلت و عزت کا دارومدار عرف کی بنا پر ہے نہ کہ شریعت کے اعتبار سے۔

## مقدمہ رابعہ:

**عرفی اعتبار سے** بھی وہ پیشہ کسب ذلیل اور قابلِ عار ہوتا ہے جو دوسرے کے لیے کسی اجرت و نفع کے عوض (بدلے میں) کیا جائے اور جو کام اپنے لیے کیا جائے وہ اس کا پیشہ کہلاتا ہے، نہ اسے اہلِ عرف ذلیل اور قابلِ عار سمجھتے ہیں اور جو شخص خود اپنی بکریاں چرائے وہ عیب نہیں چنانچہ **رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بکریاں چرائی (اجرت پر کسی کی نہیں)**

**شرح شفا شریف میں ہے کہ:**

قال المحققون انه علیه السلام لم یرع لا حدبا لا جرة و انما رعی غنم نفسه و هذا لم یکن عیبا

(شرح شفا مصری، ص448)

یعنی علمائے محققین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کی اجرت پر بکریاں نہیں چرائیں بلکہ خود اپنی بکریاں چرائیں

اور ایسا چرانا عیب نہیں اور اس طرح دوسرے انبیاے کرام نے
جو بھی کام کیا تو وہ خود اپنے کام کیے ہیں کسی دوسرے کے یہاں
اجرت پر نہیں کیا۔

تو یہ امر ثابت ہو گیا کہ **وہ پیشہ عیب و عار ہے جو دوسرے کے پاس اجرت و نفع کے عوض میں کیا جائے** اور جب خود اپنا کام کیا تو عرف میں نہ وہ پیشہ کہلاتا ہے نہ عیب و عار ہوتا ہے۔

بالجملہ **کوئی پیشہ ور، انبیا علیہم السلام کے کسی فعل کو اپنے پیشے کی سند میں نہیں لا سکتا** کیونکہ پیشہ ور اور انبیا علیہم السلام کے افعال میں چند وجہ سے فرق ہے :

(1) یہ حضرات اپنا کام کرتے ہیں اور ہر پیشہ ور دوسرے کے لیے کرتا ہے۔

(2) ان حضرات کے فعل کو اجرت سے کوئی علاقہ نہیں اور پیشہ ور اجرت و نفع کے لیے کام کرتا ہے۔

(3) ان حضرات کے فعل نہ دوسروں کے لیے ہیں نہ بغرضِ اجرت ہے، وہ عیب و عار نہیں اور پیشہ ور دوسروں کے لیے بغرضِ اجرت کرتا ہے تو وہ عرف میں عیب و عار قرار پایا۔

(4) حضرات انبیا کے افعال کثیر فوائد اور حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں چنانچہ شفا شریف کی شرح میں ہے:

فهل ارعی الأنبیاء للغنم من فائدة؟ فیقال: نعم فی ذلک ای رعی العنم للانبیاء حکمة بالغة لا یدرکها الا الاصفیاء (شرح شفا، ص46)

اور پیشہ ور کے فعل میں وہ فوائد اور حکمتیں نہیں ہو سکتیں تو اغراض و مقاصد کے بدل جانے سے فعل کے احکام بھی بدل جاتے ہیں لہٰذا کسی پیشہ ور کو اپنے پیشے کی سند میں حضرات انبیاے کرام کے کسی فعل کے ذکر کرنے کا حق حاصل نہیں۔

مقدمۂ خامسہ:

اگرچہ شریعت مطہرہ میں اکثر مقامات پر پیشہ اور پیشہ ور کی عرفی ذلت اور عیب و عار کا اعتبار نہیں کیا ہے لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ جن میں شریعت نے عرفی ذلت اور عیب و عار کا اعتبار کیا ہے جیسے مسئلۂ کفاءت اور تعظیمِ انبیا کی بحث کہ **انبیا کی شان میں عرفی ذلت اور عیب و عار** کو بھی معتبر قرار دے کر احکام صادر فرمائے۔

چنانچہ **فتاوی عالمگیری میں ہے:**

رجل قال مع غیرہ ان آدم علیه السلام نسج الکرباس پس ماہمه جولاہا بچگاں باشیم فهذا کفر

یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ آدم علیہ السلام نے سوتی کپڑے بنائے تو ہم سب جولاہے ان کے بچے ہوئے تو یہ کفر ہے۔

**شفا شریف میں ہے:**

رجل غیر رجلا بالفقر فقال تعیر نی وقد رعی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الغنم فقال مالک قال عرض بذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر موقعہ اری ان یودب (شرح شفا، ص448)

یعنی ایک شخص نے دوسرے پر فقر کی ملامت کی (کہ تو فقیر ہے) اس نے کہا تو نے مجھے ملامت کی حالانکہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں تو امام مالک نے فرمایا کہ اس نے نبی کا ذکر غیر لائق مقام پر کیا تو میں یقین کرتا ہوں کہ اسے سزا دی جائے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ عرف نے جس پیشے کو ذلیل اور قابلِ عیب و عار قرار دیا اس کی نسبت حضرات انبیاے کرام کی طرف کرنا ان کی عزت و وقار کے خلاف ہے۔

**حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں** کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

بترسید خدا را در حق اصحاب من و یاد نکنید ایشاں را جز بتعظیم و توقیر و ادا کنید حق صحبت ایشاں را بمن سہ بار مکرر فرمود برائے تاکید و مبالغہ نگیر دو نسازید ایشاں را مثل ہدف بعد از من کہ بینداز ید بجانب ایشاں تیر ہائے دشنام و عیوب (اشعۃ اللمعات، ج4، ص632)

یعنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے ڈرو اور انھیں تعظیم و توقیر کے سوا یاد نہ کرو اور ان کے ساتھ میری صحبت کا حق ادا کرو، حضور نے یہ تاکید و مبالغہ کے لیے تین بار فرمایا اور انھیں میرے بارے مثل نشانہ کے نہ بناؤ کہ ان کی جانب گالیوں اور عیبوں کے تیر مارو۔

اس حدیث سے ثابت و ظاہر ہو گیا کہ ان حضرات کو بھی ہمیشہ تعظیم و توقیر کے ساتھ یاد کیا جائے، ان کی جانب کسی عیب کی نسبت نہ کی جائے، ان کا کسی محل عار میں ذکر نہ کیا جائے، ان کے لیے کسی حقیر و ذلیل شے کا ثابت کرنا حسن ادب کے خلاف ہے۔

مقدمہ سادسہ:

**عزت و شرافت کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں** کہ جس میں علم دین ہو وہی باعزت اور شریف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

یعنی فرمادو کہ کیا علم والے بے علم والوں کے برابر ہیں۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ **حقیقی عزت و شرافت عالم دین کو حاصل ہے** اب چاہے وہ کسی بھی قوم کا ہو اس لیے تو **عالم دین علوی قریشی کا کفو ہے۔**

**قاضی خان میں ہے:**

العالم المعجمی یکون کفوا للجاھل العربی و العلوی لان شرف العالم فوق شرف النسب

اسی طرح دینداری و پرہیز گاری بھی شرافت و عزت کا سبب ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

یعنی تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی رکھتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ باعزت و شریف وہ ہے جو متقی و پرہیز گار ہو اب وہ چاہے کسی قوم کا ہو۔

اسی بنا پر ذلیل و حقیر پیشوں کے کرنے والے اگر متقی و پرہیز گار ہوں تو ان کی شہادت ان فاسق و فاجر سے بہتر ہے جو عرفی اعتبار سے باعزت ہو۔

**شامی میں ہے:**

جعلوا العبرۃ لعدالۃ لا للحرفۃ فکم من دنی صناعۃ اتقاء من ذی منصب و جاہ

(شامی، ج4، ص394)

اس میں فتح القدیر سے ناقل ہیں:

اما اھل الصناعۃ الدنیۃ کالقنوانی والزوام والحائک والحجام فقیل لا تقبل لانھا قدتولاھا

## قوم الصالحون فما لم یعلم القادح لا یبنی علی ظاہر الصناعۃ

بالجملہ علم دین اور تقویٰ اور پرہیز گاری شرافت کا سبب ہے اور ہر دو عالم کی عزت کا باعث ہے اور دونوں کسی قوم پر منحصر نہیں تو جو عوام عزت و شرافت کے طالب ہیں اُنھیں علم و عمل میں ترقی کرنی چاہیے۔

مخصوص نام کا بدل دینا عزت و شرافت کا باعث نہیں ہو سکتا پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مسلمان کو نہ صرف اپنی شرافت قومی پر فخر کرنا جائز ہے نہ **دوسرے قوم پر طعنہ کرنا بلکہ کسی مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے** اور اسے چھیڑ کر اس کا دل دکھانا (بدرجہ اولی) ممنوع،

حدیث شریف میں ہے:

من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ

**جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی** اور
جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی

یہاں تک کہ **اگر کوئی بھنگی یا چمار مسلمان ہو گیا تو اسے بھی حقارت کی نظر سے دیکھنا حرام ہے** کہ اب وہ ہمارا دینی بھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

انما المؤمنون اخوۃ
یعنی مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

**اور اسلام سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہو جاتی ہے۔**

الحاصل ان مقدمات کو ذکر کرنے کے بعد سوالوں کا جواب با آسانی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ جس قوم کا سوال میں ذکر کیا گیا ان کا نام صدیقی، ابراہیمی، لقمانی، سلمانی اس بنا پر رکھا کہ ابراہیمی اور صدیقی میں، ابراہیمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت ہے اور صدیقی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور سلمانی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب اور لقمانی میں حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت اور یہ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی طرف نہ تو نسبی اعتبار سے نسبت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ پیشہ کے لحاظ سے تو ان حضرات کی طرف قوم کی نسبت غلط و بے اصل ہے اور اس کے علاوہ جب یہ پیشہ عرف میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اس پیشہ کی اصل کسی نبی یا صحابی یا ولی کو قرار دینا بے ادبی و گستاخی ہے جس کی تفصیل بیان کی جا چکی۔

اب باقی رہی سوال کرنے والے کی یہ توضیح کہ ہمیں شجرۂ نسب ملانا ہر گز منظور نہیں بلکہ اپنے کفو کی شناخت کے لیے اللہ کے حبیب صحابی سے تبرکاً نسبت لی ہے، صحیح نہیں ہے۔

اولاً: اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ سوال کرنے والے کی ابراہیمی، لقمانی یا سلمانی سے نسبی نسبت مراد نہیں ہے لیکن اسی قوم کے بہت سے ناخواندہ لوگ بھی کیا یہی سمجھتے رہیں گے؟

نہیں نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو ان حضرات کی اولاد میں بتائیں گے اور آئندہ آنے والی نسل اپنا نسب ہی ان حضرات سے ثابت کریں گی تو سائل بتائے کہ اس کا سارا وبال اور گناہ کس کی گردن پے پڑے گا؟

ثانیاً (دوسری بات): سوال کرنے والے نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تبرکاً وہ اپنی برادری کی نسبت ان بزرگوں کی طرف کرتے ہیں لیکن حقیقتاً اس نسبت کے ضمن میں ان حضرات کو اس پیشہ کی اصل قرار دیا جارہا ہے تو حضرات بھی پیشہ کی عرفی ذلت سے ملوث ہو جاتے ہیں۔

(والعیاذ باللہ تعالیٰ)

ثالثاً (تیسری بات): مقدمۂ خامسہ (جو بیان ہوا اس) سے ثابت ہو چکا کہ جس پیشہ کو عرف نے ادنی و فقیر ٹھہرالیا ہے اس کی نسبت ان حضرات کی طرف حسنِ ادب کے خلاف ہے تو ایسی نسبت جس میں ان کی طرف ادنی حقارت کا وہم پیدا ہو جائے، شریعتِ مطہرہ اس کی کس طرح اجازت دے سکتی ہے اور اس نسبت کو تبرکاً کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح لفظ خلیفہ کی نسبت کے لیے سائل نے جو لکھا ہے وہ بہت بے جا ہے۔

پھر آیت سے استدلال کرنا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے حلاقی ثابت کرنا اور زیادہ دلیری و جرات ہے۔

مولا تعالیٰ حضرات انبیاے کرام علیہم السلام اور حضراتِ صحابہ و اہل بیت عظام کے ساتھ حسن ادب کی توفیق عطا فرمائے۔

سائل کو چاہیے کہ ہر ایسے لفظ کو اپنا طرۂ امتیاز بنائے جس ہیں بزرگوں کی شانِ ارفع و اعلی میں کسی عیب و نقص کا وہم بھی نہ پیدا ہو۔

(فتاوی اجملیہ، ج4، کتاب الحظر والاباحۃ، ص53 تا62)

## وقار ملت، علامہ مفتی وقار الدین قادری رحمہ اللہ کی قلم سے

مفتیِ اعظم پاکستان، وقار ملت، حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں ذاتوں سے خاندان کی پہچان ہوتی ہے جیسے کوئی شخص، سید، قریشی، مغل، اور کوئی غوری ہے۔

اب میں نہیں جانتا کہ شیخ کون ہیں اور کہاں سے آئے اور ان کا سلسلہ کیا ہے؟ میں نے کئی لوگوں سے معلوم کیا لیکن کوئی معقول جواب نہ دے سکا، برائے مہربانی صحیح جواب سے نوازیں۔

آپ جواب میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

(الحجرات، آیت 13)

یعنی ہم نے تمھیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ آپس میں پہچان رکھو۔

(کنز الایمان)

ان شاخوں اور قبیلوں میں سے بعض کا تذکرہ **قرآن وحدیث میں ہے مثلاً بنی اسماعیل، بنی اسرائیل، بنوہاشم وغیرہ۔**

ہمارے یہاں جتنی برادری معروف ہیں، ان میں سید کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے متعلق فرمایا جسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

ان ابنی ھذا سید
(بخاری، کتاب الصلح، ص373)

یعنی میرا بیٹا یہ سید ہے۔

اس لیے ان کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے، دوسری برادریاں کیسے بن گئیں اور ان کے یہ نام کس نے رکھے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

(وقار الفتاوی، ج3، ص236، 237)

فتاوی خلیلیہ میں ایک سوال یوں ہوا کہ **ذات کی شرعی کیا حیثیت ہے؟**
کیا جس طرح لوگوں نے پیشہ اختیار کر لیے اسی طرح یہ ذاتیں بن گئیں مثلاً کسی نے پانی بھرنے کا کام کیا تو بھشتی کہتے ہیں یا کسی نے کپڑا بنانے کا کام اختیار کر لیا تو اس کو لوگ جولاہا کہتے ہیں۔

جواب میں تحریر ہے کہ **ذات پات کی تفریق صرف دنیاوی امتیاز اور رکھ رکھاؤ کے لیے ہے**، نجاتِ آخرت کا دارومدار تقوی و پرہیز گاری، حق پرستی اور خدا پرستی پر ہے۔

جو دنیاوی اعتبار سے اعلی قومیت میں مانے جاتے ہیں وہ سن رکھیں کہ ان کی **یہ اعلی نسبی آخرت میں کام نہ آئے گی، حضور اقدس کے ساتھ نسبی تعلق کے علاوہ سارے علاقے ختم ہو جائیں گے**، یہی قرآن وحدیث کی صحیح تعلیم ہے۔

(فتاوی خلیلیہ، جلد 3، ص 188)

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب کی برکت ہے کہ وہ آخرت میں بھی کام آئے گی، باقی کسی کو اعلی قوم یا برادری جو دنیا میں کہلاتی ہے، اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

فتاوی حضرت حافظ الحدیث (فتاوی بھکی شریف) میں ایک سوال ہے کہ کیا اسلام میں قومیت کا تصور ہے؟ آل رسول کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اپنے نام کے ساتھ سید یا شاہ لکھ سکتا ہے؟ آل رسول نہ ہو اور سید کہلوائے تو اس کی اقتدا میں نماز کیسی ہے؟

الجواب: **اسلام میں قومیت کا کوئی لحاظ نہیں بلکہ تقوی معتبر ہے،**
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
(سورۂ حجرات، آیت 13)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک وہی بزرگ ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے۔

عادۃً چونکہ لفظ سید اسی کے نام کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے جس کا تعلق نسبتاً اولادِ رسول سے ہو، اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ آل رسول کہلانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک شرعی جرم ہے اور دروغ گوئی کا جرم اپنی جگہ، ارشاد نبوی ہے:

**من انتسب الی غیر ابیہ فلیتبوا مقعدہ من النار**

جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور طرف منسوب کرے تو اسے چاہیے کہ آگ میں ٹھکانا بنالے۔

رہا **لفظ شاہ** تو ہمارے ملک میں یہ سید کے ہی مترادف استعمال ہوتا ہے لیکن ہندستان میں یہ اس قدر عام ہے کہ غیر سید کے لیے بھی بولا جاتا ہے، عرف اور عادت کا لحاظ رکھا جائے گا۔

ایسے شخص (جو سید نہ ہونے کے باوجود خود کو آل رسول بتائے) فاسق معلن ہے اس لیے فقہا کے نزدیک اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔

(فتاوی بھکی شریف، ج1، ص76)

## مسئلۂ کفو

اب ایک مسئلہ آتا ہے کفو اور غیر کفو کا، اسے ہم تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

**کفو لفظی معنوں میں برابری کے لیے آتا ہے** اور **اصطلاح شرع میں کفو کے یہ معنیٰ ہیں کہ** مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ ایسے نکاح عورت کے اولیا کے لیے باعثِ ننگ و عار (یعنی بے عزتی اور رسوائی کا سبب) ہو، کفاءت (حسب نسب میں ہم پلّہ ہونا) صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت اگرچہ کم درجے کی ہو اس کا اعتبار نہیں۔

یہ تو مختصر تعریف بیان کی گئی، اب اہل علم کے لیے اس کی تحقیق میں پہلے ہم **علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح صحیح مسلم کے کچھ صفحات** کو یہاں نقل کریں گے۔

## کفو کی تحقیق:

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کفو میں نسب کا اعتبار کرتے ہیں اور سفیان ثوری کفو میں نسب کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے۔

سفیان ثوری کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام لوگ کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے کہ ابو طیبہ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے انکار کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو

طیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ اور فساد ہو گا انھوں نے کہا ہاں ہم باخوشی کریں گے۔

اور حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے عرب کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہو کہ رسول اللہ تمھیں یہ حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو اور حضرتِ سلمان فارسی نے حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا، انھوں نے یہ پیغام منظور کر لیا تھا بعد میں کسی اور وجہ سے یہ نکاح نہیں ہوا۔

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد سفیان ثوری کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

وتاویل الحدیث الاخر الندب الی التواضع و ترک طلب الکفاءت لا الالزام دبه تقول ان عند الرضا یجوز العقد

(المبسوط، ج5، ص23)

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکساری کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکساری کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ (وللہ الحمد)

علامہ سرخسی نے جو کچھ بیان کیا ہے، یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔
اصل چیز اسلام (ایمان) اور اعمال صالحہ ہیں
بعض علما نے لکھا ہے کہ علم اور تقویٰ کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی نسبی فضیلت ذاتی ہے۔ عارضی فضیلت زائل ہو سکتی ہے پر نسبی فضیلت کا زوال نہیں ہو سکتا لیکن ان بزرگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمال صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے، معاذ اللہ اگر کوئی سید مرتد ہو جائے تو کیا اس کی نسبی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی!

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہ لایا تو کیا اسے یہ نہیں فرمایا گیا:

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ہود:)
یہ تمھارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں۔

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فام کو اپنے برابر کے حقوق دینے کو تیار نہیں ہیں، بھارت میں برہمن اونچی ذات کے سپوت ہیں اور شودر نیچی ذات کے سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح ایک زمانے میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا، آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے، آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہا (کپڑے بنانے والے) نہ ہو تو سرے عام برہنہ نظر آئیں، موچی نہ ہو تو ہم اپنے پیروں کو گرمی اور گندگی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہو تو ہم اپنے بالوں کو درست نہ کر سکیں۔
سلام ہو اس نبی امی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کر لی کہ کہیں تم جوتا گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لینا، جس نے عرب کے

ایک معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کر کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا، جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو یکے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی، اموی نوجوان کے نکاح میں دی اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کرا کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتے کے معاملے میں نسبت کے مقابلے میں اسلام اور اعمالِ صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کے بجائے اسلام اور تقوی کو ترجیح دینا اور نسب، مال اور دولت وصناعت کی بنیاد پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

افضل اور انسب یہی ہے کہ رنگ و نسل اور صنعت و حرفت کے امتیازات سے بالا ہو کر اسلام اور تقوی کی بنیاد پر رشتے کیے جائیں لیکن اسلام دین فطرت ہے اور اسلام نے لوگوں کے مزاج، ان کے ماحول ان کے نفسیات کو بھی پیشِ نظر رکھا۔

چونکہ خاوند اور بیوی نے ساری زندگی ایک ساتھ گزارنی ہوتی ہے اس لیے ان کے ماحول اور مزاج میں مکمل یگانگت (اتفاق) ہونی چاہیے۔

اگر ان کے درمیان کسی وجہ سے منافرت آجائے تو اس دائمی رشتے میں ناخوشگواریوں کے آنے کا خدشہ ہے اور جس گھرانے اور خاندان کی لڑکی کو عرف اور معاشرے میں اعلی درجے کی قرار دیا جاتا ہو اس کی شادی اگر ایسے لڑکے سے کر دی جائے جس کو عرف اور معاشرے میں گھٹیا سمجھا جاتا ہو تو یہ لڑکی اور اس

کے سرپرستوں کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو گا اور ایسے گھر میں اس لڑکی کا زندگی گزارنا دشوار ہو جائے گا۔

اس لیے جمہور فقہا نے اپنے اجتہاد سے ایک متوسط (درمیانی) قول کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رشتے کرتے وقت ترجیح تو تقوی اور پرہیز گاری کو دو لیکن ان کے ساتھ ساتھ حسب و نسب اور صنعت و حرفت کی خصوصیات کو بھی پیشِ نظر رکھو لیکن اگر لڑکی کے اولیا اور ورثا لڑکی کی مرضی سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیں تو وہ صحیح اور جائز ہے یا لڑکی اپنی مرضی سے از خود غیر کفو میں نکاح کرے اور اطلاع ملنے پر اس لڑکی کے اولیا اس نکاح کی اجازت دے دیں پھر بھی نکاح جائز اور صحیح ہے اور لڑکی کے اولیا اس کی اجازت نہ دیں تو وہ اس نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتے ہیں تاہم امام مالک اور محققین فقہاے احناف کے نزدیک نکاح میں صرف دینداری میں کفاءت شرط ہے اور کسی قسم کی کفاءت نکاح میں شرط نہیں ہے۔

قرآن مجید، احادیث، آثارِ صحابہ اور فقہاے تابعین کے اقوال سے یہی ثابت ہے اور یہی ہمارا مختار ہے، ہم پہلے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت اور احادیث بیان کریں گے پھر مذاہب ائمہ بیان کریں گے اور اخیر میں مخالفین کے دلائل پر تبصرہ کریں گے۔

## قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت:

بعض متاخرین بزرگوں نے کہا ہے کہ غیر کفو میں نکاح خواہ لڑکی اور اس کے اولیا اور ورثا کی اجازت سے ہو پھر بھی حرام ہے اور یہ نکاح زنا کے مترادف

ہے لیکن ان بزرگوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرما دیا جو نسب، رضاعت، جمع فی النکاح اور منکوحہ وغیرہ ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اور اس کے بعد فرمایا:

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ
(النساء:24)

اور ان (محرماتِ مذکورہ) کے ماسوا سب عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم مال (مہر) کے معاوضہ میں اپنی پاکبازی کی تحفظ کی خاطر ان سے نکاح کرو نہ کہ زنا کے لیے۔

اس آیت میں لفظ "ما" استعمال کیا گیا ہے اور اس کا استغراق اور عموم قطعی ہے جس کی حدیثِ صحیح سے بھی تخصیص نہیں ہو سکتی پھر ہم اور آپ کے خیال میں اتنی طاقت کب ہے کہ اس عموم کی تخصیص کر کے یہ کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بیان فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ تمام عورتوں کو مسلمانوں پر حلال کر دیا ہے اس میں مزید تخصیص ہے، محرماتِ مذکورہ کے ماسوا تمام عورتیں حلال نہیں ہیں بلکہ ایک عورت مزید حرام ہے اور یہ وہ ہے جس کا کفو مرد کے کفو سے اعلیٰ ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ

"جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو دو، دو سے
تین، تین سے چار، چار سے"
(النساء:3)

اس آیت میں بھی لفظ "ما" ہے جو عموم کے لیے ہے (یعنی محرمات مذکورہ کے ماسوا) جو عورتیں تمھیں پسند آئیں خواہ غیر کفو سے ہوں باہمی رضامندی کے ساتھ ان سے نکاح کر لو۔

قران مجید میں ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ
جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا،
اور تمھاری شناخت کے لیے الگ الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں،
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ
ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔"
(الحجرات:13)

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے مراسل میں ذکر کیا ہے یہ آیت ابی ہند کے بارے میں نازل ہوئی، امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کے زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ایک عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہا کہ، ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟
اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

زہری کہتے ہیں یہ آیت بالخصوص ابو الہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فصد لگانے والا غلام تھا۔
غور فرمایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت سے ایک فصد لگانے والے غلام کا نکاح کرا کے صنعت و حرفت اور حسب و نسب کی بڑائی کے سارے بت روند ڈالے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ

"جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے دیں تو کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اس حکم پر عمل نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔"
(احزاب:36)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم کی پھوپی زاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنھا اور ان کے بھائی عبد اللہ (بن جحش) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت زینب حضور کی پھوپی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام دیا، حضرت سیدہ زینب نے یہ پیغام سن کر کہا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں معزز ہوں، آپ کی پھوپی کی بیٹی ہوں اس غلام سے نکاح نہیں کر سکتی! اور ایک روایت میں ہے سیدہ زینب نے فرمایا میں حسب و نسب کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں، اس کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے بھی یہی کہا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اس آیت کہ نازل ہونے کے بعد دونوں بھائی بہن کے سر تسلیم خم ہو گئے اور وہ اس نکاح پر راضی ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے معزز آزاد عرب لڑکی کا نکاح ایک غلام سے کر دیا اور یوں کفو کی بڑائی کے بتوں کے توڑنے کی ابتدا آپ نے اپنے خاندان سے کی، سلام ہو اس نبی پر جس نے اپنی پھوپی زاد بہن کا نکاح ایک غلام سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا صرف زبان سے نہیں کہتے تھے

"اے لوگو سنو! تمھارا رب ہے وہ واحد ہے، تمھارا باپ واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔"

آپ نے انسانی مساوات کی جو تعلیم دی تھی اس پر عمل کر کے دکھایا اور عمل کی ابتدا اپنے گھرانے سے کی تھی! امام رازی نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان فرمایا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(انظر: روح المعانی و تفسیر کبیر)

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید کی اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے:

"اور (مسلمان عورتوں کو) مشرک کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں خواہ وہ مشرک تمھیں (حسب و نسب اور مال و دولت کے لحاظ سے) اچھے کیوں نہ معلوم ہوں، اور بے شک غلام مسلمان آزاد مشرک سے بہتر ہے۔"
(البقرہ، ۲۲۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آزاد مسلمان لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے جائز قرار دیا ہے۔

یہاں تک ہم نے آیات قرآنی کی روشنی میں غیر کفو میں نکاح کا جواز بیان کیا اس کے بعد ہم احادیث کی روشنی میں اس مسئلے کا حکم بیان کریں گے۔

## احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:
یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمھیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو خواہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

یہ حدیث جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو حاتم سے روایت کی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے بخاری اور مسلم میں یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے۔

امام اِبن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ علی متقی ہندی نے اس حدیث کو امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن ابی حاتم مزئی کے حوالوں سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مقداد اور زید کا نکاح کیا تاکہ جو اللہ کے نزدیک مرتبے والے ہوں وہ تمھارے نزیک بھی بہترین مسلمان ہوں، حضرت مقداد کا نکاح حضرت زبیر بن عبد المطلب کی لڑکی ضباعہ سے کیا، اور زید بن حارثہ کا نکاح زینب بنت جحش سے کیا، مقداد دشمنوں کی قید میں رہ چکے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق، ج6، ص154)

حضرت مقداد بن عمر حضر موت کے رہنے والے تھے بچپن میں مختلف ہاتھوں میں پرورش پائی، نوجوانی میں اسود بن عبد یغوث نے بیٹا بنالیا اسی وجہ سے مقداد بن اسود کہلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی چچازاد بہن

ہاشمی خاتون کا نکاح ایک غیر قریشی، غریب الدیار نوجوان سے حسب و نسب اور کفو کا خیال کیے بغیر کر دیا کیوں کہ آپ کے نزدیک وہ اچھا مسلمان تھا اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور اپنی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح یمن سے لائے ہوئے ایک غلام کے ساتھ کر دیا اور حسب و نسب کی عظمت کے سارے اصول اور پیمانے بدل ڈالے!

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا، اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کو صحیح بخاری میں بیان کیا ہے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حکم بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تا کہ وہ اپنے رشتے کا پیغام دیں، ان انصاری کے گھر والوں نے کہا یہ تو حبشی غلام ہے! حضرت بلال نے کہا اگر نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھ تمھارے پاس آنے کے لیے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا، انھوں نے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں حکم دیا ہے؟ حضرت بلال نے کہا ہاں، انھوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو!

حضرت بلال نے جا کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی، اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا۔ آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمہ کی تیاری کرو!

(مراسیل ابو داؤد ص ۱۱، ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آزاد عربی عورت کا نکاح ایک حبشی غلام کے ساتھ کر کے یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی شخص حسب و نسب اور صنعت و حرفت میں کفو نہ ہو لیکن وہ اچھا مسلمان ہو تو اس کو رشتہ دے دینا چاہیے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے.

(امام ابو بکر احمد بن حسین علی بیہقی، سنن کبری، ج۷، ص۱۳۷)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ ابو عمرو بن حفص نے مجھے طلاق بائن دے دی، درآں حالیکہ وہ غائب تھا، اس کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جواب بھیجے، وہ ناراض ہو گئیں، وکیل نے کہا قسم بخدا تمھارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمھارے لیے اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے۔ پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدّت گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے صحابہ آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیوں کہ وہ ایک نابینا شخص ہے۔ تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی، اور جب تمھاری عدّت پوری ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا۔ وہ کہتی ہیں، جب میری عدّت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں ہے۔ اور رہے معاویہ تو، وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو! میں نے ان کو ناپسند کیا (شاید ان کے کالے رنگ اور غلام زادہ ہونے اور عدم کفو کی وجہ سے)

آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالی نے اس نکاح میں بہت خیر کی، عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم، ج ا، ص ۴۸۴)

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید ان کے کفو نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے۔ اور بسا اوقات غیر کفو کے نکاح میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کے خاوند ایک غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ میں ان کی طرف دیکھتا تھا وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے پھرتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کیا تمھیں اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے، پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا کاش کہ تم مغیث سے نکاح کر لو! حضرت بریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں! حضرت بریرہ نے کہا پھر مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حضرت بریرہ یہودیوں کی لونڈی تھیں اور ان کا نکاح حضرت مغیث سے ہو چکا تھا حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو

یہودیوں سے خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت مغیث حسب سابق غلام رہے اور یہ اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب شادی شدہ لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا خاوند غلام ہو تو اس آزاد شدہ لونڈی کو اختیار دیا جاتا ہے آیا وہ اس غلام کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں حضرت بریرہ کو جب یہ اختیار دیا گیا تو انھوں نے حضرت مغیث کو مسترد کر دیا، حضرت بریرہ کے فراق میں جو حالت زار ہوئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ترس آیا اور آپ نے انھیں حضرت مغیث سے نکاح کا مشورہ دیا۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ حضرت بریرہ آزاد تھیں اور مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ کے کفو نہ تھے اگر غیر کفو میں نکاح ناجائز ہو تا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انھیں نکاح کا مشورہ کیوں دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا حضرت بریرہ کو حضرت مغیث کے ساتھ نکاح کا مشورہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز اور مشروع ہے البتہ چونکہ یہ حضور کا صرف مشورہ تھا جس کی حیثیت سفارش کی تھی کوئی تشریعی نہیں تھا اس لیے حضرت بریرہ نے اپنے حق کو استعمال کیا، اور یہ شرعاً قابل مواخذہ نہیں تاہم خلاف اولی ضرور ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲، ص ۷۹۵)

## آثارِ صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس کے بیٹے ابو حذیفہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ حضرت ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا منھ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ سالم ایک انصار عورت کے غلام تھے۔ حضرت حذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا۔

یہ نکاح بھی غیر کفو میں کیا گیا کیونکہ آزاد قریشی خاتون کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔ یہ حدیث سنن نسائی میں اور سنن بیہقی میں بھی ہے۔
(صحیح بخاری ج ۲، ص ۷۲۶)

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:
ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی صرف دو چیزیں میں نے باقی رکھی ہیں، ایک یہ کہ میں کسی مسلمان کے ساتھ بھی رشتہ کروں مجھے اس میں عار نہیں۔ دوسری یہ کہ میں کسی مسلمان عورت سے نکاح کرلوں مجھے اس میں عار نہیں ہے۔

(حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی، المصنف ج ۲، ص ۱۵۲)

## سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی تھی کہ میں اپنی دونوں
صاحبزادیوں کا نکاح عثمان سے کر دوں۔"
(حافظ نورالدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ج۹، ص۸۳)

احناف کے نزیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن امام شافعی کے نزیک ہاشمی اور مطلبی کا کفو کوئی دوسرا قبیلہ نہیں ہے، اور حضرت عثمان اموی تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے کفو نہیں تھے۔ اس کے باوجود آپ نے اپنی صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے ایک اموی نوجوان سے عقد کیا، امام شافعی فرماتے ہیں اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے جبکہ وہاں کوئی مصلحت ہو۔ یہ صحیح ہے کہ احناف کے نزیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن اہل ذوق اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ کفو کے معنی ہیں نسب میں مساوات اور شرف میں ایک دوسرے کا نظیر ہونا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے تمام تر فضائل کے باوجود شرف نسب میں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثم کے ہر گز کفو نہیں تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا پرچم بلند کرنے کے لیے اور امت کے لیے اسوہ قائم کرنے کے لیے حضرت رقیہ اور ام کلثم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی بن ابی طالب سے چپکے سے کوئی بات کی پھر حضرت علی چوپال پر آئے اور حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم سے حضرت ام کلثم (بنت علی من فاطمہ) کا حضرت عمر کے ساتھ نکاح کے بارے میں مشورہ کیا، یہ سن کر عقیل غضب ناک ہوئے اور کہا کہ اے علی جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں تمھاری اپنے معاملات میں بے وقوفی بڑھتی جاتی ہے۔ اگر تم نے یہ نکاح کر دیا تو ایسا ہو گا ایسا ہو گا، یہ کہتے ہوئے عقیل اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے چلے گئے، حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا کہ عقیل نے خیر خواہی کی بات نہیں کی، یہ صرف عمر کے درّہ سے خوف زدہ ہیں۔ اے عقیل عمر یہ نکاح کسی رغبت کی وجہ سے نہیں مانگ رہے، مجھے عمر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر رشتہ ازواج اور ہر نسبت منقطع ہو جائے گی سوا اس رشتہ کے جو مجھ سے قائم ہو، (یعنی حضرت عمر نے اس بشارت کے حصول کے لیے یہ رشتہ طلب فرمایا تھا، نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں) پھر حضرت عمر ہنسے اور فرمایا افسوس عقیل، احمق اور جاہل ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۳، ص ۲۷۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کفو میں رشتہ کرنے کے لیے تمام اولیا اور ورثا کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صرف ولی اقرب کی رضا مندی ضروری ہے۔ اور یہ کہ لڑکی اور اس کا ولی اقرب راضی ہو تو سید زادی کا نکاح غیر کفو میں ہو سکتا ہے۔ حضرت ام کلثم کے حضرت عمر سے نکاح کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ کی مستورات میں چادریں تقسیم کیں، ایک قیمتی چادر بچ گئی تو بعض اہل مجلس نے کہا! اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کی مراد ام کلثوم بنت علی تھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت ام سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں حضرت ام سلیط ایک انصاری خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، حضرت عمر نے کہا جنگ احد میں وہ ہمارے لیے اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد کر لاتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کو شیعہ محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ا، ص ۴۰۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھے پوتیوں کا نکاح غیر سادات سے ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد ہے۔ حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ایک زینب تھیں جو عبد اللہ ابراہیم اور حسن کی بہن تھیں ان کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا، دوسری ام کلثوم تھیں ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی محمد بن علی بن حسین سے ہوا، تیسری فاطمہ تھیں ان کا نکاح

معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا بعد میں اس فاطمہ کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبد اللہ بن الولید بن مغیرہ سے ہوا، چوتھی ملیکہ تھیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن تھیں ان کا نکاح جعفر بن مُصعب بن زبیر سے ہوا پانچویں ام قاسم تھیں یہ ملیکہ کی بہن تھیں، ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

(جہمرۃ النساب العرب، ص ۴۲)

خلاصہ یہ ہے کہ کہ سادات لڑکیوں کے غیر سادات میں نکاح کی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں امام حسین کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا نکاح بھی واضح مثال ہے۔ آپ کی دوسری بیٹی حضرت سکینہ کا نکاح بھی غیر سادات میں ہوا۔

## اعتبار کفو میں احادیث و آثار

جمہور فقہاے کرام نے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا ہے۔ اس کے باوجود کہتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ تاہم انسب اور اولیٰ یہی ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے تاکہ خاندان کے اتحاد اور مخصوص عادات، ماحول میں مزاج کی یکسانیت کی وجہ سے زوجین میں رفاقت رہے اور وہ خوشگوار زندگی گزار سکیں۔ حسب ذیل احادیث و آثار میں کفو کا اعتبار کرنے کے دلائل ہیں۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور ان کا

نکاح صرف ان کے اولیا کریں اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی مبشر بن عتیک ہے اور وہ متروک ہے یعنی ضعیف۔
(مجمع الزوائد ج ۴، ص ۲۷۵)

صاحب ہدایہ اور دیگر فقہا نے اعتبار کفو کے سلسلے میں اسی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، عکرمہ بن ابراہیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
(المستدرک ج ۲، ص ۱۶۳)

ہر چند کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔
یہ وہ ضعیف الاسناد احادیث مرفوعہ ہیں جن پر کفو کے اس عظیم الشان مسئلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

## احادیث کفو کی فنی حیثیت

صاحبِ ہدایہ نے اعتبارِ کفو کے لیے جو حدیث بیان کی ہے:

"صرف کفو میں نکاح کرو"

حافظ زیلعی اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبشر بن عبید ہے، دار قطنی کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ مبشر بن عبید کی روایات موضوع ہوتی ہیں، ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے سوائے اظہارِ تعجُب کے اس کی احادیث کو کتاب میں لکھنا جائز نہیں ہے۔ عقیلی نے بھی امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔

بیہقی نے کہا کفو کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں ان روایات میں سے حضرت علی کی یہ روایت ہے: "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا اور اس میں یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو۔"

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے کہا:

"میرے خیال میں یہ حدیث منقطع ہے۔"

حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے اس حدیث سے کفو پر استدلال کیا ہے۔

ابنِ جوزی نے کفاءت کے اعتبار سے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

"اپنی اولاد کے لیے رشتوں کو پسند کرو اور کفو میں ان کا نکاح کرو"

یہ حدیث جتنی اسانید سے مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔
(نصب الرایہ ج۳ص۱۹۷)

## کفو میں ائمۂ اربعہ کی آرا

**حنابلہ** کے نزدیک نکاح میں کفو شرط ہے یا نہیں تو اس بارے میں دونوں قول ملتے ہیں لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ یہ شرط نہیں لیکن لڑکی کے اولیا کی رضامندی ضروری ہے اور اگر کسی ایک ولی کو اختلاف ہوا تو وہ نکاح فسخ کروا سکتا ہے۔

**مالکیہ** کے نزدیک غیر کفو میں نکاح جائز ہے اور جب لڑکی اور اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو ان کا نکاح جائز و درست ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ امام مالک مسلمانوں کے درمیان کفو کی تفریق کے قائل ہی نہیں ہیں۔

**امام شافعی** کے مذہب میں بھی غیر کفو میں نکاح جائز ہے اور جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو دوسرے ولی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا کہ اسے مطلقاً مسترد کیا جائے۔

## مسئلۂ کفو اور فقہ حنفی

فقہ حنفی میں اس مسئلے پر کافی بحث کی گئی ہے۔ متعدد اقوال پھر ان کے دلائل پر ایک لمبی بحث ہے جسے جمع کرنے پر ایک پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ہم یہاں کچھ ضروری باتوں کو بیان کریں گے۔

احناف کے نزدیک نکاح میں کفو کا اعتبار ہے اور اس کی چند صورتیں ہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ باپ، دادا کے سوا کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو نکاح صحیح نہیں اور بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر کفو عورت سے کر سکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفاءت معتبر نہیں اور نابالغ میں دونوں طرف سے کفاءت کا اعتبار ہے۔

اس پر مزید تفصیل آئندہ نقل ہونے والے حوالہ جات میں آئے گی۔ فی الحال ہم علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق کو بیان کر رہے ہیں جو آپ نے صحیح مسلم کی شرح میں بیان کی ہے۔ فقہاے احناف کے اقوال کو تفصیلاً نقل کرنے کے بعد بلکہ ساتھ ہی ساتھ ائمۂ اربعہ کی آرا کو سامنے رکھ کر آخر میں لکھتے ہیں کہ نکاح میں اصلاً کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اس مسئلے پر جو دور حاضر میں غلو سے کام لیا جا رہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک اس مسئلے میں اختلاف ہے اور نکاح کے صحیح ہونے یا نہ ہونے پھر اولیا کی رضامندی اور ان کو فسخ کا اختیار ہونے میں کئی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ ایک طرف علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق یہ ہے کہ نکاح میں اصلاً کفو کا اعتبار

نہیں ہے یعنی نکاح کے لیے یہ شے مانع نہیں ہے اور اس پر جو دلائل آپ نے پیش فرمائے ہیں وہ قابل غور ہیں۔ پھر جمہور فقہاے احناف کی جو تحقیق ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ ہمارا مقصد فی الحال یہ ہے کہ اس مسئلے کو لے کر جو مسلمانوں میں غلو عام ہو رہا ہے اور بنا علمی گہرائی کو جانے جو حد سے تجاوز کیا جا رہا ہے تو اس کی روک تھام ضروری ہے کیونکہ یہ ایک فتنے سے کم نہیں۔

ہم نے یہ بحث یہاں نقل کی اور مزید تفصیل آگے آ رہی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اس پر کس طرح لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اسے پڑھنے کے بعد یہ بے جا کی "میں خان تو انصاری" والی جنگ ایک حد تک رک جائے گی اور خود کی لگائی اس آگ سے حفاظت کی صورت نکل سکے گی۔

## عوام میں موجود غلو کی مثالیں اور ان کی اصلاح کے حوالے سے چند مزید حوالہ جات:

### کیا انصاری کے پیچھے نماز ہو گی؟

فتاوی فقیہ ملت میں ایک سوال ہے کہ اگر کوئی شخص انصاری، منصوری یا کوئی دوسری برادری کا ہو تو نماز پنجگانہ ہو گی یا نہیں جب کہ وہ صلاحیت امامت رکھتا ہو؟ (اس طرح کے اور کئی سوالات کا علماے اہل سنت کے پاس آنا بالکل واضح کرتا ہے کہ عوام میں اس مسئلے کو لے کر کس قدر لاعلمی موجود ہے۔ آگے بھی آپ ایسی مثالیں ملاحظہ فرمائیں گے)

جواب میں لکھتے ہیں کہ نماز **امامت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں** کہ اسی قوم کا آدمی نماز پڑھائے بلکہ اس کے لیے مسائل نماز، طہارت کا علم، سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ اور صحیح القراءۃ غیر فاسق معلن ہونا ضروری ہے۔

(فتاوی فقیہ ملت، ج1، ص123)

معلوم ہوا کہ امامت کسی برادری کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ فلاں برادری افضل ہے تو وہی امامت کے حقدار ہیں بلکہ جو بھی مسلمان ہے، اسے وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو اسلام نے اسے دیے ہیں۔

## حقارت کے لیے جولاہا کہنا

صدر الشریعہ، علامہ امجد علی اعظمی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں (جو "جولاہا" کہنے کے متعلق کیا گیا):

اگر صرف قوم کا بتانا مقصود ہو طعن مد نظر نہ ہو تو ہرج نہیں پھر بھی ایسے لفظ سے تعبیر کریں کہ ان کو برا نہ لگے اور اگر طعن و تحقیر و تذلیل مقصود ہو تو حرام ہے۔

حدیث میں فرمایا:

**لیس المومن بالطعان**

یعنی مومن کی شان یہ نہیں کہ طعن کرنے والا ہو اور صحیح مسلم میں ہے کہ نسب پر طعن کرنا امور جاہلیت میں سے ہے۔

(فتاوی امجدیہ، ج4، ص6، ملخصًا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلم قوم کو نیچا دکھانے کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو انھیں برا لگتا ہو۔ جو لوگ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، خود کی برادری کو افضل قرار دیتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں انھیں ذرا غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

## جذامی کے ساتھ "بھید بھاؤ"

چوں کہ ہمارا مقصد عوام میں موجود "بھید بھاؤ" کے نظریے کی اصلاح اور مساوات اور اعتدال کو بیان کرنا ہے لہذا اس بات کو بھی ہم ضمناً یہاں نقل کر رہے ہیں۔ علامہ مفتی اجمل رضا قادری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کو جذام (یعنی برص کا مرض) ہے تو لوگوں نے اس کا حقہ پانی بند کر دیا ہے، کیا ایسے شخص کو بستی سے نکال دیا جائے؟

آپ لکھتے ہیں کہ جذام دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے اور عوام اس سے جتنا پرہیز کرتی ہے، یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے اور نہ شریعت اسے بستی سے نکال دینے کا حکم دیتی ہے۔ (پھر آگے لکھتے ہیں کہ) حضور نبی کریم ﷺ سے وارد ہے کہ آپ نے اپنے ساتھ جذامی کو کھلایا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کے پیالے میں رکھ دیا اور حکم دیا کہ تو کھالے، میں تو اپنے خدا پر اعتماد اور توکل رکھتا ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص394)

لہذا محض اس بنا پر ان کے ساتھ ایسا کرنا اپنے دین سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے اور ان کا حقہ پانی بند کرنا مزید اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔

(فتاوی اجملیہ، ج4، ص94)

## دھوبی کے یہاں کھانا پینا

علامہ مفتی اجمل رضا قادری ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں (جو دھوبی کے یہاں کھانے پینے کے متعلق تھا):

جو دھوبی مسلمان ہیں تو یقیناً وہ تمام اسلامی حقوق کے حقدار ہیں اور ان کے ساتھ کھانا پینا بھی انھیں حقوق میں داخل ہے۔ جو لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ان کا یہ فعل شرعاً درست و صحیح ہے۔ اور جو لوگ مسلمانوں کو اس سے روکتے ہیں ان کا یہ روکنا غلط و خلاف شرع ہے۔

(فتاوی اجملیہ، ج4، ص28)

اسی طرح ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے کہ کیا دھوبی کے یہاں گیارہویں کا کھانا جائز ہے؟

الجواب: دھوبی کے یہاں کھانے میں کوئی ہرج نہیں۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبیوں کے یہاں کا کھانا ناپاک ہے محض باطل ہے۔

علامہ مفتی محمد اجمل قادری سے جذامی کے تعلق سے اور بھی سوالات کیے گئے کہ جذامی کی نماز جنازہ ہے یا نہیں؟

جواب میں لکھتے ہیں:
جذامی جب مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ اہل اسلام پر ضروری ہے کہ حدیث شریف میں ہے

"صلو علی کل بر و فاجر"

یعنی نماز جنازہ ہر ایک نیک و بد پر پڑھو۔ جذام اور منجملہ اور بیماریوں کے ایک بیماری ہے تو جس طرح اور بیماروں کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اسی طرح جزامی کی نماز جنازہ ہے۔

(فتاوی اجملیہ ج2، ص508)

مزید سوال کیا گیا کہ **جذامی کو کفن دفن کیا جائے یا نہیں؟**

لکھتے ہیں اسی طرح جذامی کو کفن دینا اور دفن کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ بحیثیت مسلم حقوق مسلمین کا حقدار ہے۔

(فتاوی اجملیہ ج2، ص509)

ایک سوال یہ کہ **جذامی کو سلام و کلام اور اس سے ہم کلام ہونا صحیح ہے یا نہیں؟**

جواب میں لکھتے ہیں کہ جذامی سے سلام و کلام میں پرہیز کرنے کی کسی کو اجازت نہیں کہ وہ بحیثیت مسلم تمام حقوقِ مسلمین کا حقدار ہے۔

(فتاوی اجملیہ ج2، ص510)

ایک مزید سوال کہ **جذامی کو شریعت و حدیث جدا کرتی ہے یا نہیں؟**

جواب میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں موجود ہے کہ جذامی سے ضعیف اعتقاد والے اشخاص پرہیز کر سکتے ہیں اور اہل صدق و یقین توکل کرنے والے پرہیز نہیں کرتے ہیں بلکہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جذامی کے ہاتھ کو

اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کے پیالے میں رکھ دیا اور حکم دیا کہ کھا میں تو اپنے خدا پر اعتقاد و توکل کرتا ہوں،

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ جذامی سے جب ساتھ کھانے میں بھی پرہیز نہیں کیا گیا تو پھر اور کس چیز میں پرہیز کیا جائے گا۔

(فتاوی اجملیہ ج2، ص509)

اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے دھوبی کے متعلق ایک جگہ سوال کیا گیا کہ مسلمان دھوبی کے گھر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

فرماتے ہیں:

مسلمان دھوبی کے گھر کھانا جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ ج21، ص669)

تحقیقی فتاوی طلبا جامعہ صمدیہ میں ایک سوال اس طرح ہے کہ **کسی شیخ یا پٹھان کا کسی سید لڑکی سے نکاح صحیح** ہے یا نہیں؟

جواب میں لکھتے ہیں اگر سید لڑکی کے اولیا کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کرے تو بالاتفاق جائز ہے ہاں اگر غیر کفو میں اولیا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس دور کے معتمدم مفتیان کرام نے ظاہر الروایہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے دفعاللفساد اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔

ہدایہ اولین میں ہے:

و ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضائھا و ان لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت او ثیبا عند ابی

حنیفة و ابی یوسف فی ظاہر الروایة (کتاب النکاح، باب فی الاولیا و الکفاء)

شرح وقایہ ثانی میں ہے:

نفذ نکاح حرة المکلفة ولو من غیر کفوء بلا ولی (کتاب النکاح، باب الولی والکفوء)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ثم المراة اذا زوجت نفسها من غیر کفء صح النکاح فی ظاہر الروایة (الباب الخامس فی الاکفاء)

(تحقیقی فتاوی طلبا جامعہ صمدیہ، ص120، 121)

## سیدہ کا نکاح غیر سید سے

علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالی بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض کم سواد اور کم فہم متعصب لوگ یہ کہتے ہیں کہ فاطمی سادات لڑکیوں کا نکاح غیر فاطمی مردوں سے کرنا ناجائز و حرام ہے! اور اس کے مرتکب کافر ہیں اور اس سے ہونے والی اولاد زنا کی اولاد ہیں! العیاذ باللہ

ہم اس قول سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور درج ذیل سطور میں مستند حوالوں کے ساتھ یہ تصریحات پیش کر رہے ہیں کہ فاطمی لڑکیوں کا نکاح غیر فاطمیہ مردوں کے ساتھ عہد صحابہ اور عہد تابعین میں ہوتا رہا ہے اور اس کے جواز اور اس کے استحسان پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ چادریں تقسیم کر رہے تھے، ایک چادر بچ گئی تو کسی نے کہا کہ یہ چادر آپ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحب زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں (ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا تھیں)۔

اس نکاح کے متعلق علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت عمر نے حضرت علی کو ان سے نکاح کا پیغام دیا اور پھر یہ نکاح ہوا۔ (عمدۃ القاری)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ (حضرت عمر کا نکاح جب حضرت ام کلثوم سے ہوا تو) مسلمانوں نے حضرت عمر کو مبارکباد دی اور حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم سے ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔
(اسد الغابہ، ج7، ص378)

یہ قصہ درج ذیل کتب میں بھی بعض میں اختصار کے ساتھ اور بعض میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:
(سنن ترمذی، الاصابہ، الستیعاب، الطبقات الکبری، تہذیب الاسماء واللغات، الکامل فی التاریخ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:
سائل مظہر کی لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ ہے۔ دونوں اس عقد پر راضی ہیں، جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً کوئی شبہ نہیں۔
(فتاوی رضویہ ج۵، ص۲۸۷)

اعلیٰ حضرت سے حسب ذیل سوالات بھی کیے گئے:
اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ آیا عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت جواب میں لکھتے ہیں:
ہاں! دین دار عالم سیدہ کا کفو ہے کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے زیادہ ہے۔

ایک اور سوال: نسبی سیدہ کا غیر نسبی سید سے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو شخص غیر سید کافر ہوا یا نہیں؟
الجواب: سیدہ کے غیر سید سے نکاح کو کفر سمجھنے والے بلا وجہ مسلمان کو کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام کرنا چاہیے۔

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے اپنی صاحب زادی حضرت ام کلثوم کو کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنھا سے تھیں، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین حضرت عمر سادات سے نہیں۔

ایک اور سوال: عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے کسی شخص جو نسبا سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں؟

جواب: سیدہ عاقلہ، بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سید نہ ہو اگر غیر کفو سے بے اجازتِ صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہو گا جیسا کہ شیخ انصاری وغیرہ مگر معزز عالم دین ہو (تو نکاح ہو جائے گا)۔

ایک اور سوال: مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد اس سے پیدا ہو گی وہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں؟

جواب: جب باپ سید نہ ہو تو سید نہیں ہو سکتی ماں اگرچہ سیدانی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج۵، ص۲۹۹، سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

## حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم کے نکاح کے متعلق دیگر اکابر اسلام کی تصریحات:

**حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں:**

ام کلثوم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں لائے، ان سے ایک صاحب زادہ زید نام کا متولد ہوا۔
(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، ص152)

**اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا نے بھی اس نکاح کو بیان کیا ہے۔**
(فتاوی رضویہ، ج5، ص299)

حدیث، تاریخ اور اکابر علماے کرام کی ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی منکر اور ہٹ دھرم اس نکاح کا انکار کرتا ہے تو اس کی بات کو کون سنتا ہے۔
سیدہ کے غیر سید میں نکاح کی چند مثالیں ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دور صحابہ و تابعین میں ایسے کئی نکاح ہوئے ہیں۔

## سیدہ کے غیر سید سے نکاح پر چند مزید حوالے

فتاوی حضرت حافظ الحدیث (فتاوی بھکی شریف) میں ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً تو جائز نہیں لیکن غیر سید اگر عالم، متقی اور پرہیز گار ہو تو جواز کا فتوی دیا جائے گا یعنی اس شرط کے ساتھ ورنہ سیدہ کی توہین اور بے ادبی ہو گی جو کہ سراسر ناجائز ہے، بعض علمانے مطلق حرام ہونے کا فتوی بھی دیا ہے لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا نکاح ہر گز نہ کیا جائے۔
(فتاوی بھکی شریف، ج1، ص64)

فتاوی یورپ و برطانیہ میں ہے کہ اگر سیدہ کا نکاح غیر سید سے ولی کی اجازت کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ نکاح بالکل درست ہے اگرچہ غیر سید لڑکا سیدہ کا کفو نہیں مگر کفاءت ولی کا حق ہے لہذا ولی جب خود غیر کفو خاندان میں اپنی لڑکی کا نکاح کرنے پر راضی ہے تو ایسے نکاح میں شرعاً کوئی ہرج نہیں۔

جیسا کہ در مختار میں ہے:

والکفاءۃ ھی حق الولی لا حقھا

(ج3، ص93)

اگر ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ نے اپنا نکاح کسی غیر سید شخص سے کیا مگر وہ سنی صحیح العقیدہ عالم با عمل ہے تو یہ نکاح بھی درست اور شرعاً جائز و منعقد ہے کیونکہ عالم لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو ہے کہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ اعلی حضرت ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جب عجمی عالم دیندار عامل ہو (تو وہ سیدہ کا کفو ہے) کیوں کہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔

(فتاوی یورپ و برطانیہ، ص293)

ہم نے اس کتاب میں علماے اہل سنت کی کتابوں سے جو نقل کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اس سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ مذکورہ تفصیل میں ضمناً کئی ایسی باتیں بھی زیر بحث آئی ہیں جو بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

کوشش کی گئی ہے کہ جو بھی باتیں ہیں انھیں سامنے رکھا جائے، ایسا نہیں کہ ہم صرف کسی ایک نظریے پر زور دیں اور دوسری تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اس پوری تفصیل کو پڑھنے کے بعد ہم امید کرتے ہیں کہ جو اس مسئلے میں غلو کرتے ہیں یا پھر حد سے بڑھتے ہوئے ہر چیز کا ہی انکار کر دیتے ہیں تو ایسے لوگ جانیں گے کہ اس مسئلے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور پھر یہ مسئلہ کتنی علمی گہرائیوں پر مشتمل ہے۔ ان کو جان لینے کے بعد ضرور وہ باتیں ہمارے درمیان سے دور ہوں گی کہ جن کی وجہ سے بہت سے مسائل بلکہ فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک مثال ہم شادیوں کی پیش کر سکتے ہیں کہ ذات پات کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس پر اڑ جاتے ہیں اور نہ جانے کتنی شادیوں میں تاخیر ہوتی ہے۔ اس سے معاشرے میں کافی فرق پڑتا ہے۔ اپنی برادری کے علاوہ رشتہ کرنے سے لوگ ایسے پرہیز کرتے ہیں کہ جیسے وہ مومن ہی نہیں اور یہ رویہ اختلاف اور انتشار کا سبب بنتا ہے اور پھر اس سے کئی فتنے پیدا ہوتے ہیں، کئی برائیاں جنم لیتی ہیں جنھیں اہل فہم اچھی طرح دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالی ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اگر کسی کو کہیں کوئی بھی غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع ضرور کریں، ان شاء اللہ ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔

# ABOUT US

**Abde Mustafa Official** Is A Team From **Ahle Sunnat Wa Jama'at** Working **Since 2014** On The Aim To Propagate **Quraan And Sunnah** Through Electronic And Print Media.

## We are :

Writing articles, composing & publishing books, running a special **matrimonial service** for Ahle Sunnat

**Visit our official website**

**www.abdemustafa.in**

**Books Library**

**books.abdemustafa.in**

about 100+ tehqeeqi pamphlets & books are available in multiple languages.

**E Nikah Matrimony**

**www.enikah.in**

there is also a channel on Telegram
t.me/Enikah (Search "E Nikah Service" on Telegram)

## Find us on Social Media Networks :

Subscribe us on YouTube @abdemustafaofficial
like and follow us on Facebook & Instagram @abdemustafaofficial
Join our official Telegram Channel t.me/abdemustafaofficial
Books Library on Telegram t.me/abdemustafalibrary
or search "Abde Mustafa Official" on Google
for more details WhatsApp on **+919102520764**

**AMO**
**Abde Mustafa Official**